عبدالرشید عراقی

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ

(۳)

درس و تدریس کا آغاز اور دینی مدرسہ کی بنیاد

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حجاز سے واپسی کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور باقاعدہ ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :-

" شمالی ہندوستان میں اس زمانہ میں یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت وسنت کی آواز بلند ہوئی۔ اس مدرسہ کا نصابِ تعلیم دوسری درسگاہوں سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں قرآن و حدیث کو تمام علوم دینی کا مرکزی نقطہ قرار دے کر تعلیم دی جاتی تھی۔" [1]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جب درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو اُن سے پہلے ہندوستان میں دینی علوم یعنی قرآن و حدیث کی جانب توجہ کم تھی۔ اور دوسرے علوم یعنی نجوم، فلکیات، ریاضی، منطق اور فلسفہ پر ساری توجہ مرکوز تھی۔ مولانا ضیاءالدین اصلاحی لکھتے ہیں :

" ہندوستان میں دینی علوم بالخصوص قرآن و حدیث کی تعلیم و تعلّم کی جانب توجہ کم رہی۔ چنانچہ سندھ اور ملتان وغیرہ سے عربوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب غزنوی اور غوری سلاطین برسرِ اقتدار آئے تو اُن کے زمانے میں ایران، خراسان اور ماوراءالنہر کے علاقوں سے جو اصحابِ علم و درس

---

[1] حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۱۲۵

ہندوستان میں آئے اُن کو دینی علوم، تفسیر و حدیث میں زیادہ درخور نہ تھا۔ اس کی وجہ سے یہاں علمِ حدیث عنقا کی طرح معدوم ہو گیا اور نجوم، فلکیات ریاضی اور منطق و فلسفہ پر ساری توجہ مرکوز کر دی گئی۔ قرآن مجید اور سنتِ نبوی ؐ کو پڑھنے پڑھانے کی بجائے دینی علوم میں صرف فقہ و تصوف سے سروکار باقی رہ گیا تھا۔ فقہ میں سارا زور فقہِ حنفی کے فروع و جزئیات پر صرف کیا جاتا تھا۔ علمِ حدیث کی کسمپرسی اور غربت کا یہ حال تھا کہ اس سے صرف اس بنا پر اور اس حد تک سروکار رہ گیا تھا کہ فقہی بحثوں میں کہیں کہیں حدیثوں کا ذکر آ جاتا تھا۔ حدیث کی اُمہات کتب کی بجائے صرف صاغانی کی "مشارق الانوار" درس و تدریس میں داخل تھی۔ اگر کسی نے اس کے سوا توجہ دی تو 'مصابیح السنہ' بغوی اور 'مشکوٰۃ المصابیح' کو بھی دیکھ لیا۔ محدث بننے کے لیے بس اسی قدر کافی تھا۔" [1]

محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیسِ بھوپال (م ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) نے اس دَور کا نقشہ کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"علم حدیث کا سرے سے کوئی چرچا نہ تھا۔ لوگ نہ خود اس کی جانب مائل تھے اور نہ دوسروں کو اس کے حصول کی کوئی ترغیب دیتے تھے۔ وہ اِس فن کی کتابوں سے ناواقف اور محدثین کے ناموں سے ناآشنا تھے۔ بہت تھوڑے لوگ صرف مشکوٰۃ پڑھ لیتے تھے اور وہ بھی محض حصولِ برکت کے لیے۔ اِس پر عمل کرنا اور اس کو سمجھنا اُن کا مقصد نہ ہوتا تھا۔ فقہ میں صرف فقہِ حنفی اور علمائے ماوراء النہر کے فتووں اور اجتہادات پر قانع ہو گئے تھے اور محض فروع و جزئیات میں اُلجھے رہتے تھے۔ اُن کا راس المال فقہ تھی اور وہ بھی تقلیدی رنگ و انداز میں۔ تحقیق سے معدودے چند لوگوں کو ہی دلچسپی تھی۔" [2]

---

[1] تذکرۃ المحدثین، ج ۳، ص ۲۰۵-۲۰۶۔ [2] الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ، ص ۰۷

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) نے بھی اپنی کتاب "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" میں انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ [1]

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء) تحریر فرماتے ہیں:

"محمد تغلق (م ۷۵۲ھ) جس کے براہِ راست تعلقات مصر کی عباسی خلافت سے تھے اور اُس کی طرف سے اس کو حکومت کا فرمان اور خلعت اور علم بھی لاتھا اور خلیفہ عباسی سے اُس نے بیعت بھی کی تھی، اُس کا قاعدہ تھا کہ جب لوگوں سے بیعت لیتا تھا تو مصر کے خلیفہ عباسی کے فرمان کے ساتھ ساتھ قرآن پاک اور "مشارق الانوار" کا نسخہ سامنے رکھ لیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ تک ہندوستان میں قرآنِ پاک کے بعد احادیث میں صرف مشارق الانوار کا وجود تھا۔ جب شاہی کتب خانہ کا یہ حال تھا تو عام لوگوں کی دسترس کا کیا پوچھنا ہے۔ الغرض شیخ عبدالحق محدث سے پہلے صرف مشارق الانوار للصاغانی (الاہوری المتوفی ۶۵۰ھ) کے نسخے اور کہیں کہیں مصابیح (اصل مشکوٰۃ للبغوی المتوفی ۵۱۶ھ) کے نسخے دستیاب ہوتے تھے اور یہی دو کتابیں یہاں کے علماء کے درس میں تھیں۔" [2]

علماء و اصحابِ درس کی یہ حالت تھی کہ وہ نصوص کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے اور نہ بحث و استدلال میں حدیث کو حجت بناتے تھے۔ اجتہاد و تحقیق کا دروازہ بالکل بند تھا۔ قرآن و حدیث کی بجائے صرف فقہ کا سہارا لیتے تھے، نصوص کی بے دھڑک توجیہ و تاویل کرتے تھے۔ معقولات و منقولات کی طرف زیادہ توجہ تھی، جس کی وجہ سے دین کی حقیقت و صورت مسخ ہوتی جارہی تھی، شریعتِ محمدیؐ کی روح غائب ہوتی جارہی تھی اور بدعات اور گمراہیوں میں زور بڑھتا جارہا تھا۔

حدیثِ نبویؐ سے بے اعتنائی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ منطق و فلسفہ کی کتابیں داخلِ نصاب کرلی گئی تھیں اور علمائے کرام علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم پر زیادہ توجہ دے رہے

---

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۳۵ تا ۱۳۸ [2] مقالاتِ سلیمان ج ۲، ص ۷۴، ۷۵۔

تھے۔ مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) لکھتے ہیں :

" اس عہد میں منطق و فلسفہ سے شغف اور انہماک بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ہندوستان کے تمام علمی مراکز میں منطق و فلسفہ کی کتابیں درس میں بکثرت داخل ہونے لگیں " ۔[۱]

اُس زمانہ کے امراء و سلاطین نے بھی اس طرف توجہ نہ کی۔ وہ صرف شورشوں اور بغاوتوں کے فرو کرنے میں مصروف رہے ۔ ان حالات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مسندِ درس پر رونق افروز ہوئے اور انہوں نے دہلی میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ حضرتِ شیخ علومِ دینی سے مکمل بہرہ ور تھے اور انہوں نے علمائے حجاز سے مکمل استفادہ کیا تھا۔ اسی لیے انہوں نے قرآن و حدیث کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں :

" مولانا جمال الدین کے آخری عہد میں شیخ عبدالحق محدّث حجاز سے واپس آئے۔ اللہ نے ان کی عمر مبارک میں برکت دی اور ان کی تدریس و تصنیف نے ایک پورا سلسلۂ تعلیم ملک میں قائم کر دیا " ۔[۲]

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :

" شیخ محدث کا یہ دارالعلوم اُس طوفانی دَور میں شریعتِ اسلام اور سنّتِ نبویؐ کی سب سے بڑی پشت پناہ تھا۔ مذہبی گمراہیوں کے بادل چاروں طرف منڈلائے، مخالف طاقتیں بار بار اس دارالعلوم کے بام و در سے آکر ٹکرائیں، لیکن شیخ محدّث کے پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش پیدا نہیں ہوئی۔ اُن کے عزم و استقلال نے وہ کام انجام دیا جو اُن حالات میں ناممکن نظر آتا تھا ۔

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ [۳]

---

[۱] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، ص ۲۹ [۲] تذکرہ، ص ۳۰۱

[۳] حیات شیخ عبدالحق محدّث دہلوی، ص ۱۲۶

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مدرسہ اور نصابِ درس میں دینی علوم میں مرکزی حیثیت و اوّلیت حدیث کو حاصل تھی۔ اُن کے مدرسہ کی بنیاد ہی اصلاً اس پر تھی کہ قرآن و حدیث کی تعلیم کو عام کیا جائے اور معقولات و منقولات کی طرف بہت کم توجّہ دی جائے حضرت شیخ نے جو نصابِ درس مرتب کیا تھا اُس میں قرآن و حدیث کو تمام علوم کا مرکزی نقطہ قرار دیا تھا اور اُن کا اصل مقصد ہندوستان میں قرآن و حدیث کی اشاعت تھا۔ مولانا آزاد بلگرامیؒ لکھتے ہیں :

" حج سے واپسی کے بعد ۵۲ برس تک استقلال و دلجمعی کے ساتھ درس و تدریس کے مشغلہ میں منہمک رہے، اپنے فرزندوں اور دوسرے طلبار کو پڑھاتے، علوم و فنون بالخصوص حدیث کی ترویج و اشاعت کا کام انجام دیتے رہے۔ انہوں نے تعلیم و تدریس کا نیا انداز اور ایسا نہج اختیار کیا جس کو ممالکِ عجم کے متقدمین و متاخرین علمار نے کبھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اور اُن کا طریقۂ درس امتیازی خصوصیات کا حامل تھا اور مدرسہ عام مدرسوں سے ممتاز و مستثنیٰ تھا"۔[1]

تلامذہ

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کے درس و تعلیم کو ہندوستان میں بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہندوستان کے علاوہ بلادِ اسلامیہ کے طلبہ بھی آپ سے مستفیض ہوئے۔ آپ کے تلامذہ و مستفیدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہاں صرف چند مشہور تلامذہ کے نام لکھے جاتے ہیں :۔

شیخ نورالحق دہلوی (م ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء)، شیخ ہاشمؒ، شیخ رضی الدین علی محمد، شیخ ابوالبرکات ولی الدین[2]، شیخ ابوالسیادت کمال الدین[3]، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی

---

[1] مآثرالکرام ج ا ص ۲۱۰،
[2] برہان دہلی، مارچ ۱۹۵۴ء، ص ۱۵۷
[3] عجالۂ نافعہ، مع فوائد جامعہ، ص ۳۹

(م ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء) [1]، مولانا محمد حیدر دہلوی [2]، شیخ محمد حسین خانی نقشبندی [3]،
خواجہ حیدر بن خواجہ فیروز کشمیری (م ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء) [4]، خواجہ خاوند معین الدین
بن خواجہ خاوند محمود المعروف بحضرت ایشان (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) [5]، شاہ طیب نغر آبادی [6]
مولانا شیخ ابو احمد سلیمان کردی (م ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء) [7]

[1] برہان دہلی، ۱۹۵۴، ص ۱۶۱
[2] ایضاً، ص ۵۸
[3] فوائد جامعہ، ص ۳۹
[4] برہان دہلی مارچ ۱۹۵۸ء
[5] مقالاتِ سلیمان، ج ۲، ص ۲۵
[6] تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۶۲
[7] تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۲

بقیہ: حکمتِ اقبال

کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے نظریہ حیات کے چاہنے والوں یا ہمدردوں میں شامل کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے امتیوں کی تبلیغِ دین اور جماعت آفرینی کے پیچھے خودی کے جذبہ محبت کا یہی پہلو کام کرتا ہے، اگرچہ خدا کی وحی کی ہدایت سے اسے مزید تقویت اور توانائی بھی حاصل ہوتی ہے، بلکہ غلط تحریکوں کے غلط روبانیوں اور ان کے پیروکاروں کی گمراہ کن تبلیغ اور تلقین کے عقب میں بھی خودی کے جذبہ محبت کی یہی خصوصیت یعنی تماشائے بسیاری کی الفت کارفرما ہوتی ہے، اگرچہ اس صورت میں وہ بھٹکی ہوئی ہوتی ہے اور اپنے اصلی مقصود یا مدعا کو نہیں جانتی۔

(جاری ہے)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔